Al-Qawārīr - Vol: 06, Issue: 03,
April-June 2025

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

# نبی اکرم ﷺ کی عائلی زندگی پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

# Orientalist Perspectives on Prophet Muhammad's (ﷺ) Family Life: A Critical Review

**Noman Tahir**
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.
**Prof. Dr. Khalid Mahmood Arif**
Head of Department, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.

**ABSTRACT**

*The personal and family life of Prophet Muhammad (ﷺ) represents an ideal model of moral, social and spiritual balance. His relationships with his wives were characterized by compassion, justice and mutual respect, offering a practical framework for Muslim family ethics. However, Orientalist scholars have often scrutinized the Prophet's (ﷺ) family life through a Western lens, leading to critical interpretations that reflect cultural bias, partial understanding, or deliberate distortion. Among these scholars, W. Montgomery Watt stands out for his detailed yet controversial analysis of the Prophet's marriages and domestic life and some other orientalists also. This study aims to critically examine the objections raised by Orientalists regarding the Prophet's (ﷺ) family life. The significance of this research lies in countering such critiques through a contextualized and evidence-based approach, clarifying misconceptions, and highlighting the moral foundations of Islamic family principles rooted in the Prophet's(ﷺ) example. The main objectives of this research are to present the major Orientalist criticisms concerning the Prophet's (ﷺ) family life, to evaluate the historical and intellectual backgrounds of these critiques and to respond to them using authentic Islamic sources and modern scholarly analysis. The methodology employed is analytical and historical in nature. It involves a thorough review of primary Islamic texts, classical and modern commentaries on the Prophet's life, and a comparative study of Orientalist literature. The research applies critical discourse analysis to deconstruct the assumptions underlying Orientalist objections and to offer a reasoned Islamic response.*

**Keywords:** *Prophet's Family Life, Orientalist Critique, Islamic Ethics, W. Montgomery Watt, Critical Discourse Analysis*

CC BY

**تعارفِ موضوع**

حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے کامل نمونہ ہے، جس میں عائلی زندگی کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ تاہم، مغربی مستشرقین نے بالخصوص آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کئی اعتراضات اٹھائے ہیں، جن میں تعددِ ازواج، آپ ﷺ کے نکاح کے اسباب و مقاصد اور امہات المؤمنینؓ کے ساتھ تعلقات کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے۔ ان اعتراضات کی بنیاد اکثر سطحی مطالعے، تاریخی سیاق و سباق سے لاعلمی اور اسلام دشمن ذہنیت پر مبنی ہوتی ہے۔ مستشرقین کی یہ روش محض علمی نہیں بلکہ تہذیبی و اعتقادی تعصب کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی سراپا رحمت، حکمت، معاشرتی اصلاح، اور عورتوں کے مقام و احترام کے عملی مظاہر پر مبنی تھی، جسے تعصبات کی عینک سے نہیں بلکہ تاریخ، عقل اور عدل کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی تاریخ اور سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ مستشرقین (Orientalists) کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ ان میں بعض نے تحقیقی دیانت کا مظاہرہ کیا، لیکن اکثر کی تحریروں میں تعصب، غلط فہمی، اور سیاق و سباق سے ہٹ کر تجزیہ واضح نظر آتا ہے۔ مستشرقین نے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو مختلف پہلوؤں سے موضوعِ تحقیق بنایا، جن میں عائلی زندگی بھی شامل ہے۔ ان اعتراضات میں نمایاں نام منٹگمری واٹ (Mongomery Watt) کا ہے، جو بیسویں صدی کے ایک معروف مستشرق اور سیرتِ نبوی کے متعدد علمی مطالعہ جات کے مصنف ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے بعض پہلوؤں کو مغربی اقدار کے ترازو پر پرکھتے ہوئے ایسے اعتراضات اٹھائے جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے اصل فہم سے محروم ہیں بلکہ تاریخی پس منظر سے بھی ناآشنا دکھائی دیتے ہیں۔

واٹ کی تحریریں اگرچہ علمی انداز رکھتی ہیں، لیکن ان میں پوشیدہ استشراقی مفروضات اور تہذیبی تعصب کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے اعتراضات کا غیر جانبدارانہ، علمی اور تحقیقی جائزہ وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ مستشرقین کی طرف سے پیش کیے گئے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جا سکے اور سیرتِ نبوی ﷺ کا جامع، متوازن اور حقیقی تصور دنیا کے سامنے آ سکے۔

منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

> "We conclude, then, that virilocal polygyny, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans[1]"
>
> "ایک خاوند اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظروں میں اسلامی معاشرے کی خصوصی پہچان رہا، وہ محمد (ﷺ) کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے آپ سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی اور خصوصاً اہلِ مدینہ کے لئے یہ بات بالکل نئی تھی۔"

"منٹگمری واٹ "سورۂ نساء کی وہ آیت تحریر کرتا ہے جس میں چار تک بیویوں کی اجازت دی گئی ہے اور اس پر یہ تبصرہ کرتا ہے۔

"The interesting point is that the verse not placing a limit on a previous practice of unlimited polygyny. It is not saying to men who had six or ten wives, you shall not marry more than four. On the contrary it is encouraging men who had only one wife (or perhaps two) to marry up to four. It is not the restriction of an old practice but the introduction of something new." European scholars have recognized that this verse of the Quran is an exhortation and not a restriction, and have further asserted that there are no clear cases of polygyny at Medina before Islam[2].

"دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ یہ آیت لا محدود کثرت ازواج کی سابقہ رسم کی حد بندی نہیں کر رہی۔ جن لوگوں کی کچھ یا دس بیویاں تھیں، یہ آیت ان سے یہ نہیں کہ رہی کہ تمہیں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس کے بر عکس جن لوگوں کی ایک بیوی تھی یا دو بیویاں تھیں، یہ آیت ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے کہ وہ چار تک شادیاں کریں۔ اس آیت میں کسی پرانی رسم پر پابندی نہیں لگائی جا رہی بلکہ ایک نئی چیز متعارف کرائی جا رہی ہے"

اس مفروضے میں منٹگمری واٹ دیگر مغربی علماء کو بھی اپنا ہم خیال بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ زیادہ شادیوں کی ترغیب دی جا رہی ہے، ان پر پابندی عائد نہیں کی جا رہی۔ مغربی علماء نے اس حقیقت پر بھی زور دیا ہے کہ مدینہ میں اسلام سے پہلے کثرت ازواج کی مثالیں ناپید ہیں۔ "منٹگمری واٹ نکاح کو ایک ایسی اصطلاح قرار دیتا ہے جو زن و مرد کے اختلاط کی ہر اس صورت کو شامل ہے جو اسلام سے پہلے مروج تھی۔ چونکہ مسلمان شادی کے لئے نکاح کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اس لئے مستشرق مذکور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک بھی "نکاح" کا لفظ اس وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

" The Arabic word nikah, usually translated "mariage," is wider in meaning than its European equivalents. its sense in Islamic law has been defined as a contract for the legalization of intercourse and the procreation of children. Forms of union sanctioned by custom in Pre-Islamic Arabia are called types of nikah in Arabic, though in European languages some of them are nearer to prostitution than to marriage."[3]

عربی لفظ نکاح جس کا ترجمہ اکثر "میرج کیا جاتا ہے، اس کے مفہوم میں یورپی زبانوں کے ان الفاظ کی نسبت زیادہ وسعت ہے جو اس لفظ کے ہم معنی ہیں۔ اسلامی قانون میں لفظ "نکاح" کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کے ذریعے مرد وزن کے اختلاط اور بچوں کی پیدائش کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلام سے پہلے کی عربی رسمیں مرد وزن کے اختلاط کی جن صورتوں کو جائز قرار دیتی تھیں

انہیں عربی میں نکاح کی قسمیں کہا جاتا ہے، گو مغربی زبانوں میں اختلاط کی یہ صورتیں شادی کی نسبت عصمت فروشی سے زیادہ قریب ہیں۔

جواب:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے اور آپ کی عالمگیر اور دائمی رسالت میں شک و شبہ پیدا کرنے کے لیے ان مستشرقین کا ایک خاص اور اہم اعتراض یہ ہے کہ آپ نے متعدد شادیاں کی تھیں، اس سے وہ آپ کے جنسی پہلو اور شہوت رانی کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں لیکن مادہ پرست یورپ کے یہ دانشور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ آپ کی متعدد بیویاں اس وقت تھیں، جب آپ کا سن پچاس برس سے بھی تجاوز کر چکا تھا، علاوہ ازیں! آپ ﷺ نے تبلیغی و دعوتی مصالح کے پیش نظر کئی شادیاں کی تھیں، اور نہ آپ کی جوانی کی عمر کا بڑا حصہ ایک ہی حرم کے ساتھ گزرا"[4]

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"جب ہم نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تمام شادیاں جنسی جذبے کی تسکین کے پیش نظر کی ہی نہیں بلکہ شادیوں سے آپ ﷺ کے مقاصد اتنے بلند تھے کہ مستشرقین ان کے تصور سے بھی قاصر ہیں"[5]

نبی اکرم ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے پر اعتراض کرنے سے پہلے مستشرقین کو درج ذیل حقائق کو ذہن میں رکھنا چاہئے تھے:

1. حضور ﷺ نے پچیس سال کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔
2. آپ کے مردانہ حسن اور نسبی وجاہت کی وجہ سے ان عورتوں کی کمی نہ تھی جو آپ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہتی تھیں۔
3. آپ نے جنسی اباحیت کے ماحول میں اپنا جوانی کا زمانہ گزارا لیکن کسی کو آپ کے دامن عفت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔
4. آپ اس ٹیم ﷺ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں کی۔ جس خاتون کو سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا وہ آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ شادی کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے وہ (یکے بعد دیگرے) دو خاوندوں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔
5. حضور ﷺ نے اپنی عمر کا پچیس سال کا عرصہ اسی واحد خاتون کے ساتھ گزارا جس کے ساتھ آپ سب سے پہلے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے۔ اپنی عمر کے پچاسویں سال تک اور اپنی زوجہ محترمہ کی عمر سے پینسٹھویں سال تک، جب تک آپ کی وہ زوجہ محترمہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔
6. پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے جس خاتون سے شادی کی وہ ایک بیوہ اور معمر خاتون تھیں۔
7. ایک زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ کی تمام ازدواج مطہرات میں سے کوئی بھی باکرہ نہ تھی حالانکہ

حضور ﷺ اپنے امتیوں کو باکرہ (کنواری) عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔[6]

8. حضور ﷺ نے متعدد خواتین کو اپنے نکاح میں لینے کے باوجود فرمایا: مجھے عوتوں کی کوئی حاجت نہیں۔[7]

9. حضور ﷺ کی اکثر شادیاں بچپن سے لے کر انسٹھ سال تک کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ جو شخص حضور ﷺ کی بیویوں کی تعداد کو گن کر آپ ﷺ کے کردار کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے اور ایسا کرتے وقت مندرجہ بالا حقائق کو نظر انداز کر دیتا ہے کیا اس شخص کو غیر جانبدار محقق اور انصاف پسند عالم کہا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔[8]

> "زوجات رسول ﷺ کے مسئلے کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لینے والا شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ کی شادیاں بھی آپ کی شان رحمۃ العالمینی کا مظہر تھیں۔ لیکن دل کے مریض کو ان شادیوں میں کئی تاریک پہلو نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تاریکیاں ان کے اپنے دلوں کی سیاہی کا عکس ہیں اور خدا کا حبیب ﷺ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی خداداد عظمتوں اور رفعتوں کے منافی ہے[9]

**نبی ﷺ کی عائلی زندگی پر اعتراض کرنے والے دیگر نمایاں مستشرقین**

ویلیم موئیر (William Muir) لکھتا ہے:

> " The marriage with Ayesha was contracted when she was only six years old, and consummated when she was nine. This raises a moral question[10]".

موئیر نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کو "غیر اخلاقی" دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ اس وقت کے عرب معاشرتی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، جہاں کم سنی میں نکاح معمول تھا۔

ڈی ایس مارگولیتھ (D.S. Margoliouth) لکھتا ہے:

> "The Prophet's later marriages were evidently contracted for political purposes or from motives of passion[11]".

مارگولیتھ نبی ﷺ کے نکاح کو محض "سیاسی فائدہ" یا "شہوانی رجحان" کا نتیجہ کہتے ہیں، جو کہ نبی ﷺ کی عملی سیرت اور عبادات سے متصادم ہے۔

ویلفریڈ کانیل اسمتھ (Wilfred Cantwell Smith) لکھتا ہے:

> "محمدؐ نے عورتوں سے تعلقات میں حد سے بڑھ کر شخصی رغبت ظاہر کی، جو ان کی روحانی حیثیت کو متنازع بنا دیتی ہے"

اس اعتراض میں روحانیت اور ازدواجی زندگی کو متضاد سمجھا گیا، حالانکہ اسلام میں نکاح انسانی فطرت کا حصہ اور روحانیت کا ذریعہ بھی ہے۔

جون آف ڈیمسین(John of Damascus)—ابتدائی مستشرق لکھتا ہے:

"He (Muhammad) invented his own heresy and allowed himself many wives[12]".

یہ عیسائی راہب ابتدائی زمانے کے مستشرقین میں شامل ہے، جس نے قرآن اور سیرت دونوں کو "اختراع" کہا۔ یہ نظریہ تعصب اور دینی عناد کا مظہر ہے۔

کارنل ریڈورڈ(Colonel G.W. Redway)لکھتا ہے:

"The Prophet's appetite for women was insatiable; he took pride in his numerous wives[13]".

یہ ایک بدترین تحقیر آمیز انداز ہے جسے کسی تحقیقی معیار پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ نبی ﷺ کی سیرت کا عملی، روحانی، اور فکری پہلو اس سے مکمل متضاد ہے۔

واشنگٹن ارونگ(Washington Irving)لکھتا ہے:

"Mohammed's passion for women, though regulated, was strong and became more pronounced in his later years[14]".

اگرچہ ارونگ عمومی طور پر متوازن مستشرق شمار ہوتا ہے، مگر اس نے بھی نبی ﷺ کی ازدواجی زندگی کو "پیشن"(passion) سے تعبیر کیا، جو کہ سیرتِ طیبہ کے سماجی و اصلاحی پہلو کو نظر انداز کرتا ہے۔

تعدد ازواج النبی ﷺ پر تین مختلف اعتبار سے تنقید کی گئی ہے:

1- نفس قانون تعدد پر اعتراض۔

2- سنت نبوی پر اعتراض کہ اس نکاح کی محرک ہوائے نفس تھی۔

3- تعداز دواج امت کے حق میں چار تک لیکن حضور ﷺ نے تو نو یا گیارہ نکاح کئے۔ اس فرق پر اعتراض۔[15]

ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام کا قانون یورپ کے خود ساختہ قانون کا پابند نہیں۔ اس سوال کا جواب دو طرح دیا جاتا ہے:

کثرت ازواج دیگر انبیاء سے بھی ثابت ہیں:

1۔ پہلا حوالہ ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے۔ بائبل پیدائش نمبر 16/4 میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی تین بیویاں بیک وقت تھیں۔ سارہ، ہاجرہ قطورا۔[16]

2۔ پیدائش نمبر 29/24 میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیک وقت چار بیویاں تھیں۔ لیا، زلفہ، راخل، بلہہ۔[17]

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے تعداد زوجات یعنی بیویاں تھیں۔[18]

4۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی انیس بیویاں ہیں۔[19]

5۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار عورتیں تھیں۔[20]

یہ سب بائبل کے مستند پانچ انبیاء علیہ السلام کی متعدد زوجات کے حوالے ہیں۔ اگر ان پر مستشرقین کو اعتراض نہیں ہے تو تعدد نکاح نبوی پر اعتراض کس منہ سے کرتے ہیں۔ یہ تو قانون تعدد نکاح کی نقلی دلیل عیسائیوں کی بائیبل سے دی گئی۔ اب عقلی دلیل تعدد نکاح کی دیکھتے ہیں۔

عقلی اعتبار سے بھی کثرت ازواج میں حرج نہیں ہے مثلاً:

1۔ اگر یورپ کے قانون کے مطابق ایک مرد کے لئے صرف ایک بیوی کے ساتھ نکاح ختم ہو تو پھر فطرت اور قدرت کے لئے ضروری تھا کہ ولادت میں ذکور واناث میں مساوات کی جاتی۔ یعنی لڑکے اور لڑکیاں کل عالم میں اور ہر جگہ مساوی تعداد میں پیدا ہوتے۔ تاکہ لڑکیوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے، اگر لڑکیوں کی تعداد پیدائش لڑکوں سے ایک فی ہزار بھی زائد ہو جاتی تو تین ارب انسانی آبادی میں ایک لاکھ لڑکوں کی پیدائش کے مقابلہ میں ایک لاکھ ایک سو، اور ایک کروڑ لڑکوں کے مقابلہ میں دس ہزار لڑکیاں زائد ہوں گی، اور ایک ارب کے مقابلہ میں دس لاکھ عورتیں فالتو ہوں گی۔ علی ہذا القیاس۔ اب سوال ہو گا کہ یہ فالتو عورتیں جنسی فطری خواہش کی تکمیل کے لئے یا خلاف فطرت تجرد پر مجبور کی جائیں گی۔ جو ہر دور میں اور بالخصوص اس دور میں ناممکن ہے۔ یا زنا کے ذریعہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کریں گی۔ جو انسانی معاشرے کی تباہی کا موجب ہو گا۔ لہذا قانون تعدد نکاح کی صورت میں جو بشرط عدل اسلام میں موجود ہے، ان کی فطری ضرورت کی تکمیل کی قانونی صورت پیدا ہو گی۔ بالخصوص آج کل جو عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہے، ان کی کھپت کے لئے اسلام کے فطری قانون تعدد نکاح کے سوا اور جائز راہ نہیں۔

2۔ تعداد اموات میں بھی قدرت کے لئے مرد اور عورتوں کی مساوات ضروری تھی۔ موت کی صورت میں اگر یک زوجگی کا یورپی قانون فطری اور قدرتی ہوتا تو قدرت کا فرض تھا، کہ مردوں اور عورتوں کی قبض روح اور موت میں یکسانیت رکھتی۔ تا کہ توازن پورا رہے۔ ورنہ اگر مرد زیادہ مر جائیں اور عورتیں کم مریں تو اگر دونوں کی ولادتی تعداد برابر بھی ہو، تب بھی بڑی تعداد عورتوں کی بچ رہے گی۔ جن کے لئے یورپی قانون میں جائز صورت کوئی نہ ہو گی۔ بہر حال یورپی قانون یک زوجگی کے تحت کارخانۂ قدرت کا فرض تھا کہ وہ شرح پیدائش واموات کے دفاتر بذریعہ ملائکہ پورے ملک اور صوبوں اور ضلعوں تک میں قائم کرتی۔ تا کہ یورپی قانون زوجگی کا توازن برقرار رہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہ انسانی قانون منشاء قدرت وفطرت کی ضد ہے اور واجب الترک ہے۔

3۔ جنگ بھی فطرت انسانی میں داخل ہے۔ انسانی افراد واقوام قوت شہوتِ نزدعیہ (یعنی حب الوطنی) کے تحت فوائد ملک پر قبضہ کرنے کے لئے آلاتِ حرب کے ذریعہ دوسرے ملک پر حملہ کرتے ہیں۔ اور جس ملک پر حملہ ہوتا ہے، وہ مدافعت کے لئے جنگ کرنے پر مجبور ہوتا ہے جس کی وجہ سے دونوں قوموں کی فوجیں قوت غضبیہ کا مظاہرہ کرتی ہیں اور لاکھوں، کروڑوں آدمی لقمۂ اجل بن جاتے ہیں یا بیکار ہو جاتے ہیں۔

جنگ اول میں ایسے مقتولین وبیکار لوگوں کی تعداد چار کروڑ تھی۔ اور جنگ عظیم ثانی میں چھ کروڑ تعداد تھی۔ ایسی صورت میں اکثر مرد کام آجاتے ہیں۔ اور عورتیں بچ جاتی ہیں۔ فوج میں اکثر مرد ہیں، عورتیں نہ ہونے کے برابر۔ تو گویا گزشتہ دونوں جنگوں میں جو دس کروڑ آدمی ضائع ہوئے ان کے بالمقابل جو عورتوں کی تعداد بچ گئی اس کو کہاں کھپایا جائے۔ جائز راستہ (تعدد نکاح) تو مغربی قانون میں بند ہے۔ یہ وقت اس صورت میں بھی باقی رہے گی، اگر قبل از جنگ مرد وزن کی تعداد برابر فرض کر لی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ متعدد بیولوں میں بے انصافی ہوتی ہے تو بے انصافی ایک بیوی کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔ لہذا ایک کی بھی بندش ہونی چاہئے۔

4۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بیوی بیمار ہوتی ہے، اور مرض ممتد ہوتا ہے۔ یا حیض ونفاس کی صورت ہوتی ہے، یا بانجھ پن ہوتا ہے، اور شوہر کو فرزند اور جانشین کی فکر ہوتی ہے۔ اس صورت میں جنسی جذبہ کی ضرورت بھی اس بیوی سے پوری نہیں ہوتی۔ کیا ایسی صورت میں عقل کا تقاضا یہ نہیں کہ ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے دوسری بیوی کو نکاح میں لانے کی قانونی گنجائش موجود ہو۔ یا پھر یہی مناسب ہوگا کہ ان ضرورتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا جائے۔ اسلام نے جو دین فطرت ہے نے گزشتہ حالات کو پیش نظر رکھ کر بشرط عدل دوسری بیوی یا زیادہ کی چار بیویوں تک اجازت دی۔ اور سابق اقوام و ادیان کی لاتعداد زوجات کو عدل کی شرط پر چار میں محدود کیا۔ یورپ میں آج کل شوہروں کی سپلائی کے لئے انجمنیں قائم ہیں۔ اور عورتیں پریشان پھرتی ہیں۔ شوہر نایاب ہوتا جارہا ہے یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے، اگر محمدی قانون پر عمل ہوتا۔ جیسا کہ مسیحیوں نے حالات سے مجبور ہو کر مسیحی قانون کو ترک کر کے طلاق میں محمدی قانون پر عمل کر کے مشکلات کو حل کیا۔ اور نبیؐ امی کی صداقت ماننے پر مجبور ہوئے۔ اسی طرح امریکہ نے بھی میڈیکل بورڈ کی تحقیقی رپورٹ کے بعد شراب کی صحتی، نفسیاتی، حیاتیاتی مضرات پر مطلع ہو کر 1937ء میں ترمیم و بندش شراب کا قانون امریکہ میں نافذ کیا تھا۔ لیکن ڈوبے لگام معاشرہ کو پابند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب قانون تعدد زوجات پر اعتراض کا جواب ختم ہوا۔[21]

لزلے ہزلٹن طبری کی جس روایت کا حوالہ دے کر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ پر اپنے اپنے والد کے لیے راستہ ہموار کرنے کا الزام لگاتی ہے دیکھا جائے تو وہ روایت اس طریقے سے طبری میں بیان ہی نہیں کی گئی جیسا کہ مصنفہ نے کی ہے۔ طبری میں اس طرح کی صرف ایک روایت ہے جو کہ یہ ہے:

> **"ارقم بن شرجیل قال سالت ابن عباس اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قلت فکیف کان ذلک قال قال رسول اللہ ابعثوا الی علی فادعوہ فقالت عائشة لو بعثت الی ابی بکر وقالت حفصة لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرفوا فان تک لی حاجة ابعث الیکم فانصرفوا۔[22]**
>
> "ارقم بن شرجیل سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ کیا کسی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے کہا پھر کس طرح یہ بات مشہور ہوئی انہوں نے

کہاواقعہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا علیؓ کو میرے پاس لاؤ اس پر عائشہ نے کہا آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو بلوایا، حفصہ نے کہا عمر کو بلوایئے اس طرح سب آگئے آپ ﷺ نے فرمایا اب جاؤ اگر آئندہ ضرورت ہو گی تو بلوالوں گا"

اس روایت میں سند اور متن کے لحاظ سے علت پائی جاتی ہے اگر متن کے حوالہ سے دیکھا جائے جو بات اس روایت میں کی گئی ہے مستند روایات اس کی تائید نہیں کرتیں سند کے حوالے سے اس روایت کے ایک راوی یونس بن عمرو ہیں جن کے بارے میں جرح کے کئی اقوال موجود ہیں امام احمد فرماتے ہیں:

**"حديثه مضطرب"**[23]

(اسکی نقل کردہ حدیث مضطرب ہے)

یحیی القطان فرماتے ہیں:

**"كانت فيه غفلة"**[24]

(اس میں غفلت پائی جاتی ہے)

امام ابو حاتم کہتے ہیں:

**"صدوق لا يحتج به"**[25]

(صدوق ہے لیکن قابل حجت نہیں ہے)

ابن فراش کی اس کے بارے میں رائے ہے:

**"في حديثه لين"**[26]

(اس کی نقل کردہ حدیث میں کمزوری پائی جاتی ہے)

عبد اللہ احمد کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے یونس بن ابو اسحاق کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولے۔

**"كذا و كذا"**[27]

(یہ ایسا ہے اور ایسا ہے)

ان کے خیال میں یہ راوی کمزور ہے۔

ان سب دلائل سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔ تاریخ طبری ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے قدیم اور جدید مؤرخین اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں بہت سی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جو کہ بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہیں اس کتاب پر ہونے والی حالیہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کے بارہ مرکزی راویوں میں سے سات راوی کذاب یا متہم بالکذاب ہیں اور پانچ راوی ثقہ ہیں ان سات رواۃ کی روایات کی تعداد انیس سو ننانوے جبکہ پانچ ثقہ راویوں

کی روایات کی تعداد دو سو نو ہے۔ ان دونوں روایات کے تناسب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ طبری کتنی مستند کتاب ہے۔[28]

علامہ طبری بھی اپنی کتاب کے مقدمے میں یہ اعراف کرتے ہیں کہ انہوں نے صرف روایات کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کی کوئی جانچ پڑتال نہیں کی۔

**"فما یکن فی کتابی هذا من خبر ذکرناه عن بعض الماضین مما یستنکره قاریه، او یستشنعه سامعه، من اجل انه لم یعرف له وجها فی الصحة ولا معنی فی الحقیقة، فلیعلم انه لم یوت فی ذلک من قبلنا، و انما من قبل بعض ناقلیه الینا، و انا انما ادینا ذلک علی نحوما ادی الینا"**[29]

حال ہی میں عربی محققین نے صحیح تاریخ الطبری اور ضعیف تاریخ الطبری کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں جس میں تاریخ طبری کی صحیح اور ضعیف روایات کو الگ الگ کر دیا گیا ہے انہوں نے بھی طبری کی اس روایت کو ضعیف والے حصہ میں شامل کیا ہے اور ساتھ حاشیہ میں لکھا ہے:

**"فی متنه غرابة وفی اسناده یونس بن عمرو"**[30]

(اس روایت کے متن میں غرابت ہے اور سند میں یونس بن عمرو ہے)

علامہ نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمیں صحابہ کرامؓ کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور ہر بری خصلت کی ان سے نفی کا حکم دیا گیا ہے لہذا اگر ان کے بارے میں کسی روایت میں اعتراض کیا جائے اور اس کی صحیح تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں ہم اس روایت کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں گے۔"[31]

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنفہ جس روایت کا حوالہ دے کر اعتراض کرتی ہے وہ درست نہیں ہے متن اور سند دونوں لحاظ سے اس میں علت پائی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج سے توسیع نفقہ کے مطالبہ پر علیحدگی اختیار کی اور چھت پر بالا خانے میں رہائش پذیر ہو گئے تھے ایک مہینہ کے بعد جب آپ ﷺ بالا خانے سے نیچے آئے تو آیت تخیر نازل ہوئی۔

**"یایها النبی قل لازوجک ان کنتن تردن الحیاة الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا۔ وان کنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔"**[32]

"اے پیغمبر ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے پیغمبر اور

عاقبت کے گھر (یعنی بہشت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو نیکو کاری کرنے والی ہیں ان کے لیے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

آپ ﷺ نے یہ آیات سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو سنائیں اور پھر دوسری بیویوں کو سبھی نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہؓ نے دیا۔

**"قالت عائشة ثم انزل الله تعالیٰ اية تخير فبدا لی اول امراة من نسائه فاخترته ثم نساءه كلهن فقلن ما قالت عائشة"[33]**

"عائشہ کہتی ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی تخیر کی آیت اتاری تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا میں نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو چاہتی ہوں پھر آپ ﷺ نے بھی دوسری بیویوں سے بھی یہی پوچھا انہوں نے یہی جواب دیا جو عائشہ نے دیا۔"

اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں نو ازواج تھیں سبھی نے آپ ﷺ کے نکاح میں رہنے کو ترجیح دی۔ لزلے کہتی ہے کہ یہ بات حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے لیے بہت مشکل تھی کیونکہ یہ دونوں عمر میں کم تھیں اس اعتراض کا جواب مولانا مودودی نے یوں دیا:

"اس عام سطح سے بلند تر ہو کر یہ لوگ کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں کہ جس کار عظیم کا فائدہ خلق خدا کو کسی محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور کسی محدود علاقے میں بھی نہیں بلکہ دنیا بھر میں پہنچنے والا ہو اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کھپ جانا بھی کوئی مہنگا سودا نہیں ہے کجا کہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم سے تعبیر کیا جائے اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس معنی میں کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا اس کے ماسوا کسی اور نقصان کی وہ نشاندہی نہیں کر سکتے"[34]

ازواج مطہرات کو امت کی مائیں قرار دیا گیا ہے ماں کا بنیادی کام اولاد کی تربیت کرنا ہے ازواج نے اس کام کو بخوبی نبھایا اور اپنی بقیہ پوری زندگی کو مردوں اور عورتوں کو دین کے احکام و قوانون اور آداب و اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے بے بہا خدمات سر انجام دیں حضرت حفصہؓ حدیث کی حافظ تھیں۔

"حضرت حفصہؓ نے نبی کریم ﷺ کی اپنے والد کے حوالے سے ساٹھ احادیث روایت کی ہیں آپ سے مروی تین یا چار احادیث ایسی ہیں جن پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے اور چھ روایات ایسی ہیں جن میں امام مسلم منفرد ہیں۔"[35]

حضرت عبد اللہ بن عمر آپؓ سے رسول اللہ کے روز مرہ امور کے بارے معلومات حاصل کرتے ہیں:

''حضرت حفصہ سے مردوں میں ان کے بھائی عبد اللہ بن عمرؓ، حمزہ بن عبد اللہؓ، حارثہ بن وہب، شیتر بن شکل، مطلب بن ابی مداعد، عبد اللہ بن صفوان، میلب بن رافع اور دیگر بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے نام آتے ہیں خواتین میں ام مبشر انصاریہ، حضرت حفصہ بنت ابی عبید شامل ہیں''[36]

حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں قرآن مجید کا تیار ہونے والا نسخہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رہا اور حضرت عثمانؓ نے یہ نسخہ آپؓ سے حاصل کیا فقہ میں بھی آپ اعلیٰ مقام رکھتی تھیں بعض اوقات فتوی صادر کرنے کے لیے آپ ﷺ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

اس بے انتہا اجتماعی فائدہ کے مقابلے میں تھوڑا سا نقصان کوئی معنی نہیں رکھتا(مولانا مودودی فرماتے ہیں):

''تعجب تو یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور راہبات کے لیے صرف قابل تعریف ہی نہیں ہے بلکہ مذہبی خدمات بجالانے والوں کے لیے لازم بھی ہے''[37]

مصنفہ نے حضرت حفصہ کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہ غلط ہیں اس لیے کہ حضرت حفصہؓ کے والد حضرت عمرؓ کو آپ ﷺ کی عمر کا اندازہ تھا یہ ان کی رسول اللہ سے محبت تھی پھر یہ حضرت حفصہؓ کی خوش قسمتی تھی کہ وہ حرم نبی ﷺ میں داخل ہوں بعد آپ ﷺ نے خود ان سے شادی کا اظہار کیا امہات المومنین کے لقب سے نوازی گئیں اور ان سے کوئی ایسا قول یا بات مروی نہیں ہے جس میں انہوں نے اپنے اس فیصلے پر مایوسی کا اظہار کیا ہو۔

**خلاصہ بحث**

نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی عائلی زندگی عدل، رحمت، شفقت اور اخلاقی اقدار کا عملی نمونہ ہے، جس سے انسانیت کو اعلیٰ خاندانی زندگی کا درس ملتا ہے۔ تاہم، مستشرقین نے اپنے مخصوص فکری پس منظر اور مغربی تہذیبی معیار کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی پر مختلف اعتراضات اٹھائے ہیں۔ ان اعتراضات میں بعض نے نبی اکرم ﷺ کی کثرتِ ازدواج کو سیاسی یا شخصی خواہشات سے تعبیر کیا ہے، جب کہ بعض نے ان تعلقات کو آپؐ کی روحانی حیثیت کے خلاف پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس تحقیق میں مستشرقین، بالخصوص منٹگمری واٹ، ولیفریڈ کینٹ ویل اسمتھ، اور جان آف ڈیمسکس جیسے مفکرین کے اعتراضات کو تاریخی، فکری اور تنقیدی بنیادوں پر جانچا گیا ہے۔ مقالے کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ مسلمانوں کے لیے نہ صرف سیرتِ نبوی ﷺ کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے بلکہ مغربی دنیا میں اسلام سے متعلق پائے جانے والے غلط فہمیوں کا علمی جواب بھی فراہم کرتا ہے۔ تحقیق کے اہم مقاصد میں مستشرقین کے اعتراضات کی درجہ بندی، ان کے فکری پس منظر کی وضاحت، اور اسلامی ماخذات کی روشنی میں ان کا مدلل ردّ شامل ہے۔ طریقِ تحقیق میں تاریخی، تحلیلی اور تقابلی مناہج کو اختیار کیا گیا ہے، جن کے ذریعے اصل اسلامی مصادر اور مستشرقین کی کتب کا تقابل کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## حوالہ جات

[1] *Watt, W. Montgomery, Muhammad at Medina, Oxford Clarendon Press, 1956, p. 274*
[2] *Ibid*
[3] *Watt, W. Montgomery. (1956). Muhammad at Medina , Pg, 274*
[4] Jīlānī, ‘Abd al-Qādir, Dr. *Islām, Paighambar-e-Islām aur Mustashriqīn-e-Maghrib kā Andāz-e-Fikr*. Lahore: Maktaba-e-‘Ilmiyya, n.d., 423.
[5] Az-Zuhrī, Pīr Muḥammad Karam Shāh. *Ḍiyā’ an-Nabī*. Lahore: Maktaba-e-‘Ilmiyya, n.d., 7:475.
[6] Az-Zuhrī, *Ḍiyā’ an-Nabī*, 7:72, 475.
[7] Az-Zuhrī, *Ḍiyā’ an-Nabī*, 2:131.
[8] Az-Zuhrī, *Ḍiyā’ an-Nabī*, 7:477.
[9] Az-Zuhrī, *Ḍiyā’ an-Nabī*, 7:544.
[10] Muir, William. *Life of Mahomet*. London: Smith & Elder, 1277 AH/1858, 2:231.
[11] Margoliouth, D.S. *Mohammed and the Rise of Islam*. New York: G.P. Putnam’s Sons, 1325 AH/1905, 312.
[12] John of Damascus. *Writings*. Translated by Frederic H. Chase Jr. The Fathers of the Church: A New Translation, vol. 37. Washington, D.C.: The Catholic University of America Press, 1377 AH/1958, 153.
[13] Mills, Charles. *The History of Mohammedanism: Its Rise and Progress*. London: Longman, Hurst, Rees, Orme, and Brown, 1237 AH/1818, 101.
[14] Irving, Washington. *The Life of Mahomet*. London: Henry G. Bohn, 1269 AH/1850, 264.
[15] Shams-ul-Ḥaqq, ‘Allāma Afghānī. “Sīrat an-Nabī aur Mustashriqīn.” *Al-Ḥaqq* (monthly), no. 8, Akora Khattak, 1392 AH/May 1972, 7:25.
[16] Anonymous. *Mutāli‘ātī Ishā‘at Kitāb-e-Muqaddas*. Lahore: Religious Study Center, 1433 AH/2012, Genesis 4:16.
[17] *Genesis*, 24:29.
[18] *Deuteronomy*, 10:21.
[19] *Samuel*, 23:16.
[20] *Kings*, 3:11.
[21] Shams-ul-Ḥaqq, Mawlānā ‘Allāma. “Sīrat-e-Nabawī aur Mustashriqīn.” *Al-Ḥaqq* (monthly), no. 9, Akora Khattak, 1392 AH/June 1972, 25–27.
[22] Aṭ-Ṭabarī, Abū Ja‘far Muḥammad ibn Jarīr. *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1407 AH/1986, 2:230.
[23] Adh-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad, Imām. *Mīzān al-I‘tidāl*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1416 AH/1995, 7:318.
[24] Ibn Sa‘d, Muḥammad. *Aṭ-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Cairo: Maktaba al-Khānjī, 1422 AH/2001, 6:363.
[25] Ibn Abī Ḥātim, ‘Abd ar-Raḥmān ibn Muḥammad ibn Idrīs ar-Rāzī. *Al-Jarḥ wa at-Ta‘dīl*. Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, n.d., 4:482.
[26] Al-‘Asqalānī, Ibn Ḥajar. *Tahdhīb at-Tahdhīb*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1425 AH/2004, 11:433.
[27] Ibn Abī Ḥātim, *Al-Jarḥ wa at-Ta‘dīl*, 4:482.
[28] ‘Allāl, Khālid Kabīr. *Madrasat al-Kadhibīn fī Riwāyat at-Tārīkh al-Islāmī wa Tadwīnihi*. Algiers: Dār al-Balāgh, 1424 AH/2003, 47.
[29] Aṭ-Ṭabarī, *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*, 1:13

[30]Al-Barzanjī, Muḥammad ibn Ṭāhir. *Ḍa'īf aṭ-Ṭabarī*. Beirut: Dār Ibn Kathīr, n.d., 7:272.
[31]Abū al-Khayr, 'Ārif Maḥmūd, Mufti. "Tārīkh-e-Islāmī mein Jhoṭay Rāwiyōn kā Kirdār aur Tadwīn-e-Jadīd kī Ḍarūrat." *Dār al-'Ulūm* (monthly), edited by Mawlānā Ḥabīb ar-Raḥmān, no. 2, Deoband, India: Dār al-'Ulūm, 1435 AH/2014, 98:54.
[32]*Al-Aḥzāb*, 33:28–29.
[33] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Imām. *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Riyadh: Dār as-Salām lin-Nashr wa at-Tawzī', 1420 AH/1999, Kitāb an-Nikāḥ, Bāb Maw'iẓat ar-Rajul Ibnatahu li-Ḥāl Zawjahā, ḥadīth no. 5191.
[34]Mawdūdī, Abū al-A'lā Sayyid Aḥmad Ḥasan. *Sīrat-e-Sarwar-e-'Ālam*. Lahore: Idāra Tarjumān al-Qur'ān, 1434 AH/2013, 2:631.
[35]Al-'Asqalānī, Ibn Ḥajar Aḥmad ibn 'Alī. *Tahdhīb at-Tahdhīb*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1425 AH/2004, 7:658.
[36]Ibid.
[37]Mawdūdī, *Sīrat-e-Sarwar-e-'Ālam*, 2:631.